تبصرے

بیس بڑے مسلمان :-

یہ ۱۰۲۰ صفحات کی بڑے سائز کی کتاب ہے، کتابت، طباعت اور جلد کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کے مرتب و جامع مولانا عبدالرشید ارشد ہیں، اور اسے شایع مکتبہ رشیدیہ ۳۲، اے شاہ عالم مارکیٹ لاہور نے کیا ہے۔ اس کی قیمت تیس روپے ہے۔

اس ضخیم کتاب میں ان بیس بڑے مسلمانوں کے مفصل حالات ہیں :-

۱- حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، ۲- مولانا محمد قاسم نانوتوی، ۳- مولانا رشید احمد گنگوہی، ۴- شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، ۵- مولانا اشرف علی تھانوی، ۶- علامہ محمد انور شاہ محدث کشمیری، ۷- مولانا عبید اللہ سندھی، ۸- مفتی کفایت اللہ دہلوی، ۹- مولانا سید حسین احمد مدنی ۱۰- علامہ شبیر احمد عثمانی، ۱۱- مولانا محمد الیاس دہلوی، ۱۲- مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری، ۱۳- مولانا احمد علی لاہوری، ۱۴- مفتی محمد حسن امرتسری، ۱۵- مولانا ابوالکلام آزاد، ۱۶- مولانا محمد علی جوہر، ۱۷- مولانا سید محمد سلیمان ندوی، ۱۸- مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ۱۹- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، ۲۰- سردار احمد خاں پتانی۔

کتاب کے شروع میں مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے پچپن صفحات پر مشتمل ایک مضمون میں دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ یہ "بیس بڑے مسلمان" زیادہ تر مکتب دیوبند کے نامور ارکان ہیں۔ اور چند حضرات جن کا گو براہِ راست دارالعلوم دیوبند سے تعلق نہیں رہا لیکن اُن کا شمار بھی یقینی طور پر متعلقینِ دیوبند میں سے ہو سکتا ہے، اس لیے فاضل مرتب نے یہ بڑا اچھا کیا کہ دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ بطور ایک تاریخی پس منظر کے کتاب کی ابتدا میں دے دی۔

دارالعلوم مذکور کے بانی ہمارے یہ اللہ والے بزرگ مدرسہ کی تاسیس کے وقت کس طرح سوچتے تھے، اُس کا اندازہ مولانا محمد قاسم کے مرتب کردہ آٹھ اصولوں میں سے ایک اصول سے ہوتا ہے جس کے

الفاظ یہ ہیں:-

اس مدرسہ میں جب تک آمدنی کی کوئی سبیل یقینی نہیں۔ جب تک یہ مدرسہ انشاءاللہ بشرط توجہ الی اللہ چلے گا اور اگر کوئی آمدنی ایسی یقینی حاصل ہو گئی جیسے جاگیر یا کارخانہ تجارت یا کسی امیر محکم کے قول کا وعدہ تو پھر یوں نظر آتا ہے کہ یہ خوف و رجا جو سرمایۂ رجوع الی اللہ ہے، ہاتھ سے جاتا رہے گا اور امداد غیبی موقوف ہو جائے گی، اور کارکنوں میں باہم نزاع پیدا ہو جائے گا۔ القصہ آمدنی اور تعمیر وغیرہ میں ایک نوع کی بے سروسامانی ہے۔

اور ایک اصول یہ ہے: "سرکار کی شرکت اور امرا کی شرکت بھی زیادہ مضر معلوم ہوتی ہے"۔

غرضیکہ اُس وقت ہمارے یہ بزرگ خالص جمہور مسلمانوں کی مالی امداد سے دارالعلوم کو چلانے کا سوچتے تھے اور بعد میں عملاً ایسا ہوا بھی۔ اس سے بے شک فائدے بھی بہت ہوئے اور دارالعلوم ایک عوامی، جمہوری درس گاہ کی حیثیت سے پھلی پھولی لیکن اسی کی وجہ سے غالباً دارالعلوم کو اپنی ذہنی و فکری اور علمی و تدریسی سطح عوام مسلمانوں کی مرضی کے مطابق رکھنی پڑی اور اس طرح نہ صرف یہ کہ دارالعلوم میں فطری ارتقائے فکر جاری نہ رہ سکا۔ بلکہ جیسے جیسے زمانہ آگے بڑھتا گیا، اس میں جمود زیادہ آتا گیا۔

مثال کے طور پر مولانا طیب اسی مضمون میں "دارالعلوم کا سلسلۂ سند و استناد" کے زیر عنوان لکھتے ہیں:- دارالعلوم دیوبند کا یہ سلسلۂ سند حضرت الامام شاہ ولی اللہ صاحب ..... سے گزرتا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک جا پہنچتا ہے۔ شاہ صاحب اسی جماعتِ دیوبند کے مورثِ اعلیٰ ہیں، جن کے مکتبِ فکر سے اس جماعت کی تشکیل ہوئی ....." لیکن یہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف میں سے کوئی تصنیف بھی کبھی دارالعلوم میں شاملِ نصاب نہیں کی گئی اور نہ اہل دارالعلوم نے کبھی اُن کے فکرِ عمومی کو اپنایا، اور تو اور فقہی مسلک میں حضرت شاہ صاحب کی وسیع المشربی بھی وہاں کبھی قبول نہ ہو سکی۔

دنیا کے بعض ملکوں میں آج جو بڑی بڑی یونیورسٹیاں ہیں، اُن کی ابتدا دینی درسگاہوں کی حیثیت سے ہوئی تھی لیکن چونکہ وہ زمانے کے ساتھ ساتھ ارتقا پذیر رہیں اس لیے آج وہ قدیم جدید علوم وفنون کی مرجع ہیں لیکن دارلعلوم دیوبند اور اسی طرح دنیائے اسلام کے اکثر دارالعلوم

ترقیِ معکوس کرتے رہے اور آخر میں وہ ایک مخصوص فرقے یا فقہی مسلک کے مراکز بن کر رہ گئے۔

یہ تو جو کچھ عرض کیا گیا، دراصل بر سبیلِ تذکرہ تھا۔ اب ہم اصل کتاب کی طرف آتے ہیں۔

مولانا عبدالرشید ارشد نے زیرِ تبصرہ کتاب کے مواد کو فراہم کرنے میں جس محنت و جانکاہی اور اُسے انتخاب کرنے میں جس خلوص نیت اور خوش مذاقی کا ثبوت دیا ہے، اُس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ اِن بیس بڑے مسلمانوں کے بارے میں ضروری معلومات جمع کرنے میں انھوں نے کونہ کونہ چھانا ہے اور جس ماخذ تک بھی اُن کی رسائی ہو سکتی تھی اس سے استفادہ کیا ہے۔ یہ معلومات متنوع بھی ہیں اور بے حد دلچسپ بھی۔ اور یہ اس لیے کہ موصوف کا دائرۂ اخذ و انتخاب کافی وسیع ہے۔ اس میں انھوں نے کسی قسم کے ذہنی تحفظات کو سدِّ راہ نہیں ہونے دیا۔ اور کافی آزادی سے کام لیا ہے۔ کوئی بزرگ مسلم لیگ کے حامی تھے تو لکھ دیا ہے کہ وہ مسلم لیگ کے حامی تھے اور اگر کوئی بزرگ کانگرس کے ہم خیال تھے تو اس کا ذکر بھی اسی صراحت سے کیا ہے اور بلا وجہ تاویل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ غرض ہر ’’بڑے مسلمان‘‘ کے متعلق جملہ معلومات بلا کم و کاست جمع کر دی ہیں۔

مولانا محمد قاسم صاحب کے حالات کے ضمن میں سرسیّد کا ایک اقتباس دیا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ مطابق ۱۲۶۹ھ پر سرسیّد نے اپنے رسالے تہذیب الاخلاق میں طویل تبصرہ کیا اور لکھا کہ باوجود اس کے کہ ’’عربی مدرسہ دیوبند میں جس میں بجز مسلمانی کے اور کچھ نہیں ہے جس میں وہی پُرانے علوم پڑھائے جاتے ہیں، جن کو مسلمان چاہتے ہیں‘‘ پھر بھی مسلمان اس مدرسہ کی کماحقہٗ مدد نہیں کرتے، اور دو دو چار چار روپے کا چندہ بھی باقاعدہ نہیں دے پاتے، سرسیّد کے اس تبصرے کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:-

> ..... ایسے مدرسہ میں جیسا کہ دیوبند کا مدرسہ ہے اور جس میں مولوی محمد قاسم سا فرشتہ سیرت شخص نگران ہے اور مولوی محمد یعقوب صاحب سا شخص مدرس ہے، کچھ مدد نہ کریں۔

آگے چل کر مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب کا مزید ذکر کرتے ہوئے سرسیّد لکھتے ہیں:-

> ..... یہ مدرسہ خود اپنے پیر یا مسلمانوں کی ہمدردی پر قایم نہیں ہے بلکہ ایک شخص کی

ذات پر اُس کا مدار ہے۔ مولوی محمد قاسم درحقیقت نہایت بزرگ و نہایت مادر زاد ولی ہیں۔ تمام ضلع سہارن پور اور میرٹھ ان کا معتقد ہے۔ دوسرا بڑا سبب مولوی محمد یعقوب صاحب کا ہے، جو مدرس اوّل اس مدرسہ کے ہیں اور انھوں نے صرف ۳۵ روپیہ ماہوار مدرسہ سے لینا قبول کیا ہے۔

مختصراً کتاب میں ہر بزرگ کے متعلق فاضل مرتب نے اسی طرح کا مفید اور سبق آموز مواد جمع کر دیا ہے۔ ہمیں امید ہے۔ یہ کتاب بڑی مقبول ہو گی۔ کیونکہ اس نوعیت کی آج ہمارے ہاں یہ واحد کتاب ہے۔ مولانا عبدالرشید ارشد نے کتاب کی کتابت اور طباعت کا خاص خیال رکھا ہے۔ اتنی ضخیم کتاب اور اس قدر عمدہ چھپے۔ اس پر ہم انھیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

ابن ماجہؒ اور علمِ حدیث : مؤلّفہ مولانا محمدؒ عبدالرشید نعمانی۔

زیر تبصرہ کتاب میں "عہدِ رسالت سے لے کر امام ابن ماجہ کے زمانہ تک کی تاریخ تدوین حدیث اور امام ممدوح کی کتاب "سنن ابن ماجہ" پر تفصیلی نظر ڈالی گئی ہے۔ فاضل مرتب نے امام ابنِ ماجہؒ کے مفصل حالاتِ زندگی اور اُن کی مرتب کردہ "سنن" کی خصوصیات کو بیان کرنے کے علاوہ اس کتاب میں علمِ حدیث پر معلومات کا اتنا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ اردو کی کسی کتاب میں آپ کو اتنا مواد کہیں یک جا نہیں ملے گا۔

ابن ماجہؒ ۲۰۹ھ میں ایران کے شہر قزوین میں پیدا ہوئے اور ۲۷۳ھ میں اُن کا انتقال ہوا۔ ابتداً انھوں نے خود اپنے شہر میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد طلب حدیث کے لیے دوسرے ممالک کا سفر کیا۔ مولانا نعمانی نے کوئی ایک سو صفحات میں ان اسلامی شہروں اور اُن کے علما کا ذکر کیا ہے جو اس عہد میں علمی مراکز کی حیثیت سے مشہور تھے اور جہاں کہ ابنِ ماجہ تحصیل علم کے لیے پہنچے۔ فاضل مرتب چونکہ پکے حنفی ہیں اس لیے اس ضمن میں انھوں نے زیادہ تر حنفی علما کا ذکر کیا ہے اور اس میں بھی احناف اور غیر احناف کے مناقشات کو کافی جگہ دی ہے۔ بہرحال اس کی وجہ سے ان امور پر معلومات بہت جمع ہو گئی ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ تابعی ہیں یا تبع تابعی؟ علما کے ہاں یہ مسئلہ بھی مابہ النزاع رہا ہے۔ مولانا نعمانی نے ثابت کیا ہے کہ امام صاحب تابعی ہیں۔